جناب سیف الرحمٰن الفلاح

قسط نمبر (۶) آخری

استمداد لغیر اللہ پر تحقیقی نظر!

توسل بالصالحین جائز نہیں:

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ بیان کرتے ہیں کہ جہاں تک ممکن تھا میں نے تلاش کی کہ سلف صالحین اور ائمہ کے کلام اور علماء کے کلام سے کسی کو معلوم کروں جو دعاء میں توسل بالصالحین کے جواز کا قائل ہو یا کسی نے ایسے کیا ہو۔ لیکن تلاش بسیار کے باوجود مجھے ایسا کوئی نہیں ملا۔ بعدازاں مجھے فقیہ ابو محمد عبدالسلام کے فتویٰ کا علم ہوا کہ اس نے فتویٰ دیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات گرامی کے بغیر توسل جائز نہیں۔ ہاں صرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ توسل کو جائز قرار دیا ہے۔ بشرطیکہ یہ حدیث صحیح ہو۔ قدوری نے شرح کرخی میں امام ابو حنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ سے بیان کیا ہے کہ اللہ کے کسی نیک بندے کا واسطہ دے کر سوال کرنا جائز نہیں۔ صرف رب العالمین کی ذات اقدس سے سوال کرے۔

علامہ ابن قیمؒ نے ابوالحسین قدوری سے اس کی مثل بیان کیا ہے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

"قدوری نے کہا مجھے بشر بن ولید نے بیان کیا کہ میں نے ابو یوسفؒ سے سنا وہ امام ابو حنیفہؒ سے بیان کرتے ہیں کہ حضرت امام صاحب نے فرمایا کہ کسی کے لیے جائز نہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کو کسی کے واسطے سے پکارے۔ نیز میں اس بات کو مکروہ تصور کرتا ہوں کہ کوئی آدمی یوں کہے کہ میں تیرے عرش کی عزت کی جگہ کا واسطہ یا فلاں شخص کا واسطہ دے کر یا تیرے انبیاء کا واسطہ دے کر یا بیت الحرام کا واسطہ دے کر سوال کرتا ہوں۔"

ابوالحسین قدوری کہتے ہیں:

"غیر اللہ سے سوال کرنا تو گناہ ہے۔ کیونکہ اس میں غیر اللہ کا کوئی حق نہیں۔ یہ صرف اللہ تعالیٰ کا حق ہے اس کی مخلوق پر۔ لیکن "تیرے عرش کی عزت کی جگہ کے واسطے سے" کہنا امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک مکروہ ہے۔ مگر امام ابو یوسف اس کو جائز قرار دیتے ہیں۔"

ابن بلاجی "شرح المختار" میں ذکر کرتے ہیں:

" یہ بات مکروہ ہے کہ اللہ کو کسی کا واسطہ دے کر پکارا جائے۔ اور یوں کہنا بھی جائز نہیں کہ میں فرشتوں کے حق کے ساتھ یا تیرے انبیاءؑ کے حق کے ساتھ تجھ سے سوال کرتا ہوں۔ کیونکہ مخلوق کا خالق پر کوئی حق نہیں۔ نیز دعا میں یوں نہ کہے کہ میں تجھ سے تیرے عرش کے عزت کے مقام کے ساتھ سوال کرتا ہوں۔ ہاں البتہ امام ابو یوسفؒ نے اس کے جواز کا فتویٰ دیا ہے۔"

احناف کے قواعد کے مطابق کراہت کا لفظ جب مطلق ہو تو اس سے مراد کراہت تحریمی ہوتی ہے۔ جن لوگوں نے اسے ذکر کیا ہے اُن میں سے ابن نجیم بھی ہے۔ انھوں نے "البحر" میں اس کا ذکر کیا ہے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ مطلق مکروہ کا اطلاق حرام پر ہوتا ہے۔ علامہ ابن عابدین نے بھی "رد المختار علی الدر المختار" میں ذکر کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ امام محمدؒ نے "مبسوط" میں ذکر کیا ہے کہ امام ابو یوسفؒ نے امام ابو حنیفہؒ سے دریافت کیا۔ جب آپ فرماتے ہیں کہ میں اسے مکروہ سمجھتا ہوں۔ اس سے آپ کی کیا مراد ہوتی ہے؟ انھوں نے جواب دیا کہ اس سے مراد حرمت ہوتی ہے۔

توسّل اور وسیلہ کی تفصیل:

شیخ الاسلام اپنی کتاب "اقتضاء الصراط المستقیم" میں ذکر کرتے ہیں۔ کسی شخص کا کسی کو وسیلہ بنانا۔ اس کے ساتھ توجہ کرنا اور اس کام میں اس کو وسیلہ بنانا ان الفاظ میں اجمال ہے جو تفصیل کا طالب ہے اور کچھ غلط اشتراک ہے۔ کیونکہ وہ شخص صحابہ کرامؓ کا مقصود نہیں سمجھا کہ اس سے مراد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وسیلہ اور سبب ہے۔ جو داعی اور شافع ہیں۔ یا ان کا وسیلہ یہ ہے کہ پکارنے والا آپؐ سے محبت کرتا ہے اور آپؐ کے حکم کا مطیع اور فرمانبردار ہے۔ پھر سبب سے مراد سائل کی آپؐ سے محبت اور آپؐ کی پیروی ہے۔ یا وسیلہ اور سفارش کی دعا مراد ہے۔ اس سے مراد کسی کی قسم کھانا بھی ہو سکتا ہے۔ آپؐ کی ذاتِ گرامی کا وسیلہ بھی ہو سکتا ہے۔ تو یہ وہ وسیلہ ہے جس کو انھوں نے مکروہ تصوّر کیا ہے اور منع کیا ہے۔

کونسا وسیلہ جائز ہے:

اسی طرح "کسی شے کے ساتھ سوال کرنا" اس سے مراد کبھی پہلے معنے ہوتے ہیں۔ یعنی اس کو دعا کی قبولیت کا سبب بنانا کیونکہ مطلوب کے حصول میں وہ سبب بنتا ہے۔ کبھی اس سے مراد اس کی قسم لی جاتی ہے۔ پہلے معنی کے لحاظ سے جیسے تین آدمیوں کا واقعہ جنھوں نے غار میں پناہ لی۔ چنانچہ یہ مشہور حدیث ہے جو صحیحین اور دیگر کتبِ حدیث میں مذکور ہے کہ ایک پتھر غار کے مُنہ پر آ گیا تو وہ اُس غار میں بند ہو گئے۔ پھر آپس میں کہنے لگے کہ ہر آدمی اپنا اپنا افضل ترین عمل یاد کر کے اللہ کی بارگاہ میں دعا کرے۔ کیونکہ اللہ

کی بارگاہ میں نیک اعمال سے بڑا وسیلہ کوئی نہیں ہے۔ تو اِن لوگوں نے اپنی عبادت اور نیک اعمال کا واسطہ دے کر اللہ کی بارگاہ میں دعار کی اور تضرع اور عاجزی کا اظہار کیا۔ اسی طرح ہجرت کرنے والی مومن عورت کی دعار جس کا بیٹا اللہ نے دوبارہ زندہ کیا جب اُس نے یہ دعار کی:

اللّٰھم انی آمنت بك وبرسولك وھاجرت فی سبیلك وسألت اللہ ان یحیی ولی دھا۔	"الٰہی میں تجھ پر اور تیرے رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لائی اور تیرے راستہ میں ہجرت کی۔ اور اللہ سے سوال کیا کہ اس کا لڑکا زندہ کرے۔

اسی کی مثل دیگر واقعات جیسے مومنوں نے یہ دعار کی:

رَبَّنَا إِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِيًا يُّنَادِي لِلْإِيمَانِ أَنْ آمِنُوا بِرَبِّكُمْ فَآمَنَّا رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوبَنَا۔ (آلِ عمران)	"اے ہمارے پروردگار! ہم نے پکارنے والے کی پکار کو سنا جو ایمان کے لیے پکارتے تھے کہ تم اپنے رب کے ساتھ ایمان لاؤ تو ہم ایمان لائے تو ہمارے گناہوں کو معاف فرما!

تو یہ اللہ کی بارگاہ میں سوال ہے اور اس کے احکام کی پیروی اور منہیات سے اجتناب کو اُس کی بارگاہ میں وسیلہ ٹھہرایا ہے۔

حدیث ابو سعیدؓ اسألك بحق السائلین علیك کا جواب

اس حدیث کو عطیہ عوفی نے بیان کیا ہے اور وہ ضعیف ہے اگر بالفرض اس حدیث کو صحیح اور درست تسلیم کیا جائے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کے: تے سائلین کا یہ حق ہے کہ اُن کی دعاؤں کو قبول فرمائے اور تابعداروں کا حق یہ ہے کہ اُن کو ثواب دے۔ تو یہ اس کے سوال کو اور اُس کی اطاعت کو اُس کی دعار کی قبولیت کا سبب ٹھہرایا ہے۔ تو یہ اس کے ساتھ توسل ہے، اور اُس کی طرف توجہ کرنا اور اُس کو سبب بنانا ہے۔

اگر یہ فرض کر لیا جائے کہ اُس کی اس سے مراد قسم ہے تو یہ قسم ایسی ہوگی جیسے اُس کی صفات کی قسم اٹھائی جاتی ہے۔ کیونکہ اس کا قبول کرنا اور اُس کو ثواب دینا اُس کے اقوال و افعال کی مانند ہے اس کی مثال یوں ہے جیسے ایک حدیث میں آیا ہے:

اعوذ برضاك من سخطك واعوذ	میں تیری رضا کے ساتھ تیرے غصے سے

بمعافاتك من عقوبتك واعوذبك منك لا احصی ثناء علیك[1] | پناہ مانگتا ہوں، تیری معافی کے ساتھ تیرے عذاب سے اور تیری پناہ چاہتا ہوں تیرے عذاب سے۔ میں تیری تعریف بیان کرنے سے قاصر ہوں۔

استعاذہ مخلوق کے ساتھ درست نہیں۔ جیسے امام احمد وغیرہ ائمہ نے اس کی تصریح کی ہے۔ تو رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ کے عفو اور معافی کے ساتھ اس کے عذاب سے پناہ مانگی ہے حالانکہ مخلوق سے پناہ مانگنا جائز نہیں۔ جیسے اللہ سے سوال کرنا اسے قبولیت اور ثواب دینے کے واسطہ کے ساتھ جائز نہیں، خواہ مخلوق سے سوال نہیں کیا جاتا۔ جن علماء نے یہ کہا ہے کہ اللہ کی بارگاہ میں صرف اس کی ذات کا نام لے کر سوال کرنا چاہیے تو اس کی صفات سے سوال کرنا اس کے منافی نہیں۔ جیسے غیر اللہ کا حلف اٹھانا جائز نہیں۔ اور جو شخص غیر اللہ کی قسم اٹھاتا ہے وہ شرک کرتا ہے۔ اس کے باوجود اللہ کی عزت کی قسم اور اس کی عمر کی قسم وغیرہ۔ جو رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ثابت ہے، اٹھانا جائز ہے۔ یہ قسم حلف لغیر اللہ میں شامل نہیں۔ بلکہ اسے اللہ کی قسم تصور کیا جائیگا۔

رہی یہ بات کہ بعض لوگ یوں کہتے ہیں کہ میں تجھ سے اللہ کا نام لے کر اور برادری کے نام پر سوال کرتا ہوں، اور آیت "تسائلون به والارحام" یعنی تم اللہ کے نام کے ساتھ اور رحم کے نام کے واسطہ سے سوال کرتے ہو۔

تو یہ از باب تسبب ہے۔ کیونکہ رحم صلہ رحمی کو واجب قرار دیتا ہے اور تقاضا کرتا ہے کہ انسان اپنی قرابتداری کو ملانے کی کوشش کرے، تو سائل کا رحم کے واسطہ سے کسی اور کے لیے سوال کرنا یہ وسیلہ ہے جو صلہ رحمی کو رشتہ داروں کے درمیان واجب قرار دیتا ہے، اسے قسم نہیں کہا جاتا۔ اور نہ اسے ایسا وسیلہ شمار کر سکتے ہیں جو مطلوب کا تقاضا نہیں کرتا بلکہ یہ ایسا توسل ہے جو مطلوب کا مقتضی ہے۔ جیسے انبیاء کی دعاء اور ان کے توسل کے ساتھ دعاء کی جاتی ہے۔

شفاعت سے مراد آپؐ کی دعا ہے:

شیخ الاسلامؒ فرماتے ہیں:

رہا یہ مسئلہ کہ لوگ قیامت کے روز حضرت رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سفارش کی درخواست کریں گے۔ اور آپ سے التماس کریں گے کہ اللہ کی بارگاہ میں ہماری

---

[1] جامع الاصول جلد نمبر ۵ ص۳۵۔ اس میں "لا احصی ثناء" کے الفاظ نہیں ہیں۔

سفارش کیجئے جیسے دنیا میں آپؐ کی خدمت اقدس میں استسقاء وغیرہ کے لیے درخواست کرتے تھے کہ اُن کے لیے دُعاء فرمائیں ۔ نیز حضرت عمرؓ کا قول؛

"جب ہم خشک سالی میں مبتلا ہوتے تو اپنے نبیؐ کا وسیلہ لے کر تیری بارگاہ میں دُعاء کرتے تو ہم پر بارش نازل کرتا تھا ۔ اور اب نبیؐ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے رحلت فرما چکے ہیں اس لیے اپنے نبیؐ کے چچا حضرت عباسؓ کا وسیلہ لے کر تیری بارگاہ میں دُعاء کرتے ہیں۔"

اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دُعاء اور سفارش کو وسیلہ بناتے تھے اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ آپؐ کی قسم تجھ پر کھاتے ہیں یا جو آپؐ کا نائب ہے اُس کی قسم تجھ پر کھاتے ہیں جیسے بعض لوگ کہتے ہیں کہ مَیں تجھ سے سوال کرتا ہوں فلاں شخص کے جاہ اور مرتبہ کے ساتھ جو تیرے ہاں ہے ۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم اُس کے انبیاء اور اولیاء کو اس کی بارگاہ میں بطور وسیلہ پیش کرتے ہیں ۔ اور اس سلسلے میں کچھ موضوع حدیثیں بیان کرتے ہیں ۔ مثلاً :

اذا سألتم الله فاسئلوہ بجاھی	"جب تم اللہ کی بارگاہ میں سوال کرو تو
فان جاھی عند الله عریض۔	میرے مرتبے اور جاہ کے ساتھ سوال کرو

کیونکہ اللہ کے ہاں میرا مرتبہ بہت اونچا ہے۔"

توسل اور وسیلہ کی تشریح و توضیح :

اگر یہ توسل وہ ہوتا جو صحابہ کرامؓ کرتے تھے جیسے حضرت عمرؓ نے ذکر کیا ہے تو آپؐ کی رحلت کے بعد بھی کرتے اور حضرت عباسؓ کی طرف رجوع نہ کرتے ۔ حالانکہ ان کو اس بات کا بخوبی علم تھا کہ رسولِ اکرمؐ کی ذاتِ اقدس کا نام لے کر سوال کرنا اور آپؐ کی قسم اٹھانا حضرت عباسؓ کی نسبت بڑا ہے تو اس سے یہ بات ثابت ہوئی کہ جس توسّل کا انہوں نے ذکر کیا ہے وہ زندہ لوگوں کا توسّل ہے نہ کہ مردوں کا. وہ توسّل ان کی دعا اور سفارش ہے کیونکہ زندہ انسان سے کچھ طلب کیا جا سکتا ہے. لیکن مردوں سے دعا طلب کی جا سکتی ہے نہ کوئی اور شے۔

حدیثِ اعمیٰ کی وضاحت

اسی طرح حدیثِ اعمیٰ کا معاملہ ہے کیونکہ اس نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ آپ میرے لیے دعا فرمائیں تاکہ اللہ تعالیٰ میری بصارت کو واپس لائے. تو آپؐ نے اسے دعا سکھلائی کہ اللہ کی بارگاہ میں دعا کرے کہ وہ اپنے نبی کی سفارش اس معاملہ میں قبول فرمائے. یہ بات اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے متعلق سفارش کی اور اسے حکم فرمایا کہ اللہ سے سوال کرے کہ وہ

اس کی سفارش قبول فرمائے۔

اس کا دعا میں یہ الفاظ کہنا "اسألك واتوجه اليك بنبيك محمد نبي الرحمة" یعنی "میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور تیری طرف توجہ کرتا ہوں تیرے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطہ سے جو سراسر رحمت ہیں" تو اس کا مطلب یہ ہے کہ میں آپ کی دعا اور سفارش کے ساتھ متوجہ ہوتا ہوں۔ جیسے حضرت عمرؓ نے کہا تھا "ہم اپنے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو تیری بارگاہ میں بطور وسیلہ پیش کرتے تھے"، تو دونوں حدیثوں میں لفظ توجہ اور توسّل کا ایک ہی مفہوم ہے۔ پھر کہا:

"یا محمد انی اتوجہ بك الی ربی فی حاجتی لیقضیها اللّٰهم فشفعه فی" — اے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے ساتھ اپنے پروردگار کی بارگاہ میں حاضر ہوتا ہوں تاکہ میری حاجت پوری فرمائے۔ بار الٰہی! نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سفارش میرے متعلق قبول فرما۔

تو اس سے اللہ کی بارگاہ میں سوال کیا ہے کہ وہ اپنے نبی کی سفارش میرے متعلق قبول فرمائے۔ سائل کا یہ کہنا "یا محمد یا نبی اللہ" یہ اور اس جیسے دیگر الفاظ ندائیہ ہیں۔ اس سے منادیٰ کا حاضر ہونا لازم نہیں آتا بلکہ ندا کرنے والا منادیٰ کو اپنے دل میں حاضر سمجھتا ہے جب اس کے قلب و ذہن میں حاضر ہے تو اسے مخاطب کیا جا سکتا ہے۔ جیسے نمازی نماز میں "السلام علیك ایها النبی ورحمة اللہ وبرکاته" پڑھتا ہے خواہ خارج میں ایسا شخص نہ ہو جو اس کے خطاب کو سنتا ہو۔

توسّل سے مراد صفاتِ الٰہی یا اعمال صالحہ کا توسّل ہے

آپ اس بات کو خوب جان لیں کہ شریعت میں عبادت کا دار و مدار نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان اور آپؐ کی اتباع پر ہے نہ کہ اپنی خواہشات کی پیروی اور اپنی ایجادات پر۔ وہ توسّل جس کا ذکر صحیح حدیثوں میں آیا ہے۔ اس سے مراد اللہ کے اسماء اور اس کی صفات کے واسطہ سے اور نیک اعمال کے واسطہ سے اس کی طرف توسّل اور توجہ ہے۔ جیسے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ادعیہ مسنونہ میں مذکور ہے۔ مثلاً:

"الٰہی میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اس کے ساتھ کہ تو ہی حمد کے لائق ہے اور تیرے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، تو احسان کرنے والا ہے۔ تو زمین و آسمان کا پہلی مرتبہ تخلیق کنندہ ہے۔ اے بزرگی اور عزت والے اے ہمیشہ زندہ اور قائم رہنے والے"۔

ایک اور حدیث میں یوں مذکور ہے:

"الٰہی! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں۔ اس بات کے ساتھ کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ تیرے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، اکیلا اور بے نیاز ہے۔ تیری اولاد ہے نہ ماں باپ ہے۔ تو منفرد ہے تیری ہمسری کرنے والا کوئی نہیں"۔

ایک حدیث میں یہ الفاظ مذکور ہیں۔

الٰہی! میں تجھ سے ہر اس نام کے ساتھ سوال کرتا ہوں جو تیرا نام ہے جو تو نے اپنا نام رکھا ہے یا اپنی کتاب میں نازل فرمایا ہے یا اپنی مخلوق میں سے کسی کو سکھلایا ہے یا تو نے اپنے لیے پسند فرمایا ہے۔ جو تیرے علم غیب میں ہے۔ تیرے سوا کسی کو اس کا علم نہیں"

جیسے اللہ نے اپنے نیک بندوں کے متعلق ذکر فرمایا کہ وہ اپنے نیک اعمال کو اللہ کی بارگاہ میں وسیلہ بناتے ہیں۔ چنانچہ قرآن کریم میں ان کی دعا کا یوں ذکر آیا ہے :

رَبَّنَآ اِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِیًا یُّنَادِیْ لِلْاِیْمَانِ اَنْ اٰمِنُوْا بِرَبِّکُمْ فَاٰمَنَّا رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا (آلِ عمران ع)	اے ہمارے پروردگار ہم نے ایمان کی دعوت دینے والے کی پکار کو سن لیا جو ہمیں کہتا ہے کہ تم اپنے رب پر ایمان لاؤ تو ہم ایمان لائے اے ہمارے پروردگار تو ہمارے گناہوں کو معاف فرما۔

اسی طرح تین آدمیوں کا واقعہ جس کا پہلے ذکر ہو چکا ہے جو بارش سے بچاؤ کی خاطر غار میں چھپ گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد ایک پتھر پہاڑ کی چوٹی سے لڑھکتا ہوا غار کے منہ پر آکر ٹک گیا۔ اس وقت انھوں نے اپنے نیک اعمال کو اللہ کی بارگاہ میں بطور وسیلہ پیش کیا۔

اسی طرح انبیاء اور صلحاء کی دعا اور سفارش ان کی زندگی میں کرانا جائز ہے۔ جیسے صحابہ کرامؓ استسقاء کی دعا میں نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وسیلہ آپؐ کی زندگی میں پکڑتے تھے۔ اسی طرح حضرت عباسؓ کا وسیلہ پکڑنا۔ یزید بن اسود کا وسیلہ اور نابینے صحابی کا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا اور سفارش کا وسیلہ پکڑنا تو یہ امور مشروع ہیں۔ ان میں کوئی نزاع نہیں۔

لیکن کسی کی ذات کو بطور توسل پیش کرنا تو اس کے جواز پر کیا دلیل ہے ؟ کیا صحابہ کرام اور تابعین میں سے کسی نے ایسے توسل کو جائز قرار دیا ؟

کسی دینی مسئلہ میں نزاع کا معاملہ :

جب کسی مسئلہ میں نزاع اور اختلاف پیدا ہو جائے۔ تو اس کا فیصلہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کروانا چاہیے۔ جیسے ارشادِ باری تعالیٰ ہے :

فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ۔ (النسآء)	"اگر کسی دینی معاملہ میں تمھارا آپس میں اختلاف پیدا ہو جائے تو اس کا فیصلہ اللہ اور اس کے رسول سے کراؤ۔ اگر تم اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہو"

نیز فرمایا:

وَمَا اخْتَلَفْتُمْ فِيهِ مِنْ شَيْءٍ فَحُكْمُهُ إِلَى اللَّهِ۔ (الشوریٰ)

جب کسی دینی امر میں تمہارا آپس میں اختلاف ہو جائے تو اُس کا فیصلہ اللہ ہی کرے گا۔

توسل بالذات جائز نہیں:

آپ کو اس بات کا علم ہونا چاہیے کہ توسل بالذات کے جواز پر نبی کریمؐ سے کچھ منقول ہے نہ سلف میں سے کسی نے اس کے جواز کا فتویٰ دیا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ انبیاء اور صلحاء کا مقام اللہ کے ہاں بہت بلند ہے۔ لیکن اُس مقام اور مرتبہ کا خود اُن کو فائدہ پہنچتا ہے۔ ہم اُن کی پیروی کر کے اور اُن سے محبت کر کے اُن سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ جب ہم اپنے نبی پر ایمان لانے، آپ سے محبت کرنے اور آپؐ کی سنت کی پیروی کرنے کو اللہ کی بارگاہ میں وسیلہ بناتے ہیں تو اس سے بڑا وسیلہ اور کون ہو سکتا ہے۔ لیکن اگر ہم آپؐ پر ایمان نہ لائیں اور آپؐ کی اطاعت و فرمانبرداری نہ کریں تو آپؐ کی ذاتِ گرامی سے کوئی توسل نہیں ہو سکتا۔ تو متوسل بالمخلوق جب آپ کی دعاء، آپؐ کی محبت اور آپؐ کی اتباع اور پیروی کو وسیلہ نہیں بنائے گا تو اَور کس شے کو وسیلہ بنائے گا؟ جب کوئی انسان کسی غیر کا وسیلہ بناتا ہے تو وسیلہ سے یا تو اس کی سفارش مطلوب ہوتی ہے۔ جیسے کوئی شخص کسی کے باپ یا دوست کو کہے یا اُس شخص کو کہے جو اس کے نزدیک قابلِ احترام ہو کہ فلاں شخص کے پاس ہماری سفارش کرو تو اس کے جواز میں کوئی شک و شبہ نہیں۔ لیکن اگر وہ اس کی قسم کھاتے تو یہ جائز نہیں کیونکہ مخلوق کی قسم کھانا جائز نہیں۔ جیسے اللہ کے سامنے اس کی مخلوق کی قسم کھانا جائز نہیں۔

توسل اور توجہ سے کیا مراد ہے!

پھر آگے چل کر شیخ الاسلام مزید وضاحت کرتے ہیں:

"توسل اور توجہ سے مراد یہ ہے کہ ان کی دعاء اور سفارش کو اللہ کی بارگاہ میں بطورِ توسل پیش کیا جائے، اور ان کی دعاء کے ساتھ اللہ کی بارگاہ میں حاضری دی جائے۔ جیسے صحیح بخاری میں موجود ہے، حضرت عمرؓ نے حضرت عباسؓ کے ذریعے بارش کی دعاء کی اور کہا:

"الٰہی جب ہم خشک سالی میں مبتلا ہوتے تھے تو اپنے نبی کو تیری بارگاہ میں بطور وسیلہ پیش کرتے تھے تو تُو بارانِ رحمت بھیجتا تھا۔ اب ہم تیری بارگاہ میں اپنے نبی کے چچا حضرت عباسؓ کو آپؐ کی بارگاہ میں بطور وسیلہ پیش کرتے ہیں۔"

تو یہ حضرت عمرؓ نے خبر دی ہے جو کچھ وہ کرتے تھے اور جو حضرت عباسؓ کا وسیلہ بنایا جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وسیلہ بنایا کرتے تھے۔ شیخ الاسلام بیان کرتے ہیں کہ فقہاء نے کتاب الاستسقاء میں جو کچھ ذکر کیا ہے۔ بس وہ یہی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ یہ امر مستحب ہے کہ نیک لوگوں کے ذریعے بارش کی دعاء کرائی جائے۔ اگر وہ نیک اور صالح لوگ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے رشتہ دار اور قرابتدار ہوں تو سونے پر سہاگہ ہے۔

الحمد للہ میں نے تمام اشکال کو حل کر دیا اور تمام حالات کی پوری پوری وضاحت کر دی۔ چنانچہ شیخ الاسلام نے حدیثِ اعمیٰ کا جو مفہوم اور معنی ذکر کیا ہے علماء کی ایک جماعت نے اس کی تصدیق کی ہے۔ انھوں نے ذکر کیا ہے کہ اس میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے صرف دعاء طلب کی گئی ہے۔ یہ حدیث کسی کی ذات سے توسل حاصل کرنے پر دلالت نہیں کرتی۔ جیسے علامہ سویدی اور اُن کے بیٹے اور شیخ نعمان بن محمود آفندی نے عراقی کی تردید میں ذکر کیا ہے۔ اس کا ذکر کرنے سے کلام طویل ہو جائے گا۔ اور طالبِ حق کے لیے وہی کافی ہے جس کا پہلے ذکر ہو چکا ہے۔

سویدیؒ نے "شرح العقد الثمین" میں ذکر کیا ہے کہ:

"وہ توسل جس میں اختلاف ہے یہ ہے کہ دعاء کرنے والا اپنے ربّ کی طرف متوجہ ہو کر اس کی طرف غیر کا وسیلہ پیش کرے۔ جیسے وہ کہے۔ فلاں شخص کے مرتبہ کے ساتھ جو تیرے ہاں ہے یا اُن کی حُرمت کے واسطہ سے یا اُن کے حق کے واسطہ سے، میں تجھ سے سوال کرتا ہوں۔ لیکن جب وہ غیر اللہ کی طرف متوجہ ہو اور اس سے ہی طلب کرے تو یہ سراسر شرک ہے۔ جیسے اس کی پہلے تحقیق ہو چکی ہے اس کی حقیقت بھی یہی ہے۔"

شبہ نمبر ۵:

عراقی نے باب الاستسقاء میں فقہاء کی کافی عبارتیں ذکر کی ہیں۔ مثلاً وہ کہتے ہیں "صلحاء کے ساتھ توسل جائز ہے" اس معاملہ کو اہم بنانے کی خاطر اس نے ان عبارتوں کا بار بار ذکر کیا ہے اور اسے طول وطویل کرنے کی کوشش کی ہے۔ وہ خیال کرتا ہے کہ اس میں اس بات کی دلیل ہے جس کی وہ دعوت دیتا ہے۔ یعنی یہ کہ اللہ کے ساتھ شرک کیا جائے۔ علمائے دین اہلِ حق اور اہلِ یقین سے کبھی توقع نہیں کی جا سکتی کہ اللہ کے ساتھ شرک کرنے کو جائز قرار دیں یا اس کی محرمات کے ارتکاب کی اجازت دیں۔ اس کا مطلب تو صرف یہی ہے کہ ان کی دعاء اور ان کے ابتہال کا توسل اختیار کیا جائے اس کے سوا اور کچھ نہیں۔ جیسے پہلے ذکر ہو چکا ہے۔

عراقی نے وہ اثر بیان کیا ہے جو حضرت ابنِ عمرؓ اور ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ ان دونوں کے پاؤں سن ہوگئے یعنی خون کی حرکت بند ہوگئی تو اُن سے کسی نے کہا۔ آپ کو جو شخص سب سے زیادہ محبوب ہو اُس کو یاد کرو۔ چنانچہ انھوں نے "یا محمدؐ" کہا۔ بس فوراً اُن کی تکلیف رفع ہوگئی۔

شبہ نمبر ۵ کا جواب :

سبحان اللہ ! یہ ہے جو کچھ اُس کے اور اُس کے دیگر حواریوں کے پاس ذخیرہ علم ہے۔ اِن کے اشکال کا دار و مدار اسی پر ہے۔ یہ قرآنی قطعی دلائل اور احادیث نبویؐ کا معارضہ کیسے کر سکتا ہے؟ وہ تو تمام اس امر پر دلالت کرتے ہیں کہ تمام اقسام کی عبادت کا حق صرف اللہ کا ہے اور اُس کی عبادت میں کوئی شریک نہ بنایا جائے۔ لیکن وہ اس سے اور اس جیسی دیگر روایات سے چاہتا ہے کہ دُعا کو غیر اللہ کے لیے ثابت کرے۔ حالانکہ دُعا عبادت کا مغز ہے۔ تو ہم اس کا جواب ذکر کرتے ہیں۔

ابنِ عمرؓ کا اثر :

شہاب خفاجیؒ "شرح الشفاء" میں ذکر کرتے ہیں کہ ابنِ سنی نے "عمل الیوم واللیلۃ" میں ابنِ عمرؓ کی روایت سے بیان کیا ہے :

"اُن کے پاؤں میں خدر (پاؤں کا سُن ہونا) کی بیماری لاحق ہوگئی۔ یہ ایک ایسی مرض ہے جب انسان کو لاحق ہوتی ہے تو اُس کے پٹھے سُست ہو جاتے ہیں۔ جس کی وجہ سے انسان کے اعضاء حرکت کرنے سے رُک جاتے ہیں لیکن جلد ہی یہ دُور ہو جاتی ہے کیونکہ اگر اس کا زمانہ طویل ہو جائے تو پھر اسے خدر نہیں کہتے بلکہ اُسے فالج یا فالج کے آغاز سے تعبیر کرتے ہیں۔ انھیں کسی نے مشورہ دیا کہ جو شخص تمھیں سب سے زیادہ محبوب ہے اُسے یاد کرو۔ کیونکہ لوگوں نے خدران (پٹھوں کا سُست ہونا) کے معاملہ میں تجربہ کیا ہُوا تھا۔ جب کسی کو یہ بیماری لاحق ہوتی تو اپنے محبُوب ترین انسان کو یاد کرتے اور اُن کی یہ تکلیف رفع ہو جاتی۔ اُس کے چلنے سے حرارت غریزی پھیل جاتی تھی۔ جس خدر کی مرض دُور ہو جاتی تھی۔ چنانچہ حضرت ابنِ عمرؓ نے "یا محمداہ" کی آواز کی۔ اس سے اُن کی مراد رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس تھی۔ اس لیے کہ آپؐ اُن کو اور سب مومنوں کو سب سے زیادہ محبُوب تھے۔ تو اس سے اُن کے پاؤں کا خدر دُور ہو گیا۔ یعنی خدر دُور ہو جانے کے بعد وہ پہلے کی طرح پھیلنے اور سکڑنے لگا۔ اُن کا یہ تجربہ صحت کا تقاضہ کرتا ہے۔"

ابن عباسؓ کا اثر :

نیز کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے ساتھ بھی ایسا واقعہ پیش آیا تو اس معکوس العقل اور معکوس القلب کا یہ جواب ہے کہ کیا ایسے اثر کو بطور حجت پیش کیا جا سکتا ہے جو خود تمریض کے صیغہ کے ساتھ مذکور ہے ؟ ایسے اثر سے جواز شرک پر وہی دلیل کر سکتا ہے جو دل کا مریض ہو !

شبہ نمبر ۶ :

عراقی کہتا ہے یہاں کچھ ایسی باتوں کا ذکر کرنا ضروری ہے جو آپ کے لیے مفید ہیں۔ اگر یہ سمجھے ہیں کہ انبیاء اور صلحاء کا توسل اور ان کو پکارنا اور اُن کی سفارش طلب کرنا حرام ہے تو تمام مذاہب کے فقہاء نے شہادۃ المحرمات الکبائر والصغائر کے باب میں سب محرمات کا ذکر کیا ہے۔ آپ دیکھیں کیا اس کا یوں اُن میں ذکر ہے۔ کیا اُسے بھی حرام لکھتا ہے ؟ پھر کہتا ہے ہاں البتہ انھوں نے غیر اللہ کو سجدہ کرنے کو محرمات میں شمار کیا ہے۔ جب غیر اللہ کو سجدہ کرنا محرمات میں ہے۔ حالانکہ یہ اُن مخصوص عبادات میں سے ہے جو اللہ کے لیے ہیں۔ لیکن اُس کے فاعل پر گناہ کرنے کا اطلاق کیا ہے اُس کے لیے کفر کا اطلاق نہیں کیا۔ جو مذہب و ملت سے انسان کو خارج کر دیتا ہے تو انبیاء اور صلحاء کے ساتھ وسیلہ پکڑنا کفر کیسے ہو سکتا ہے ؟

شبہ نمبر ۶ کا جواب :-

آپ اس گمراہ اور ذلیل انسان کی کلام پر غور کیجئے اور دیکھیے کہ یہ کس قدر عقل و دانش کے خلاف ہے۔ وہ کہتا ہے "غیر اللہ کو سجدہ کرنا حرام ہے۔" اس کی کلام سے ظاہر ہوتا ہے کہ غیر اللہ کو سجدہ کرنا حرام ہے لیکن شرک نہیں۔ نیز وہ کہتا ہے کہ غیر اللہ کو سجدہ کرنا گناہ ہے شرک نہیں۔

اس جاہل کی انتہائی گمراہی اور ضلالت پر غور کیجئے۔ حالانکہ اللہ کا ارشاد ہے :

قُلْ اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّیَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَالْاِثْمَ وَالْبَغْیَ بِغَیْرِ الْحَقِّ وَاَنْ تُشْرِكُوْا بِاللّٰهِ مَا لَمْ یُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا وَّاَنْ تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۝

(الاعراف - ع ۴)

(اے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) آپ (لوگوں کو) بتا دیں کہ میرے رب نے تو ہر قسم کی بے حیائی کے کام سے منع فرمایا ہے خواہ وہ اعلانیہ کی جائے یا چوری چھپے اُس کا ارتکاب کیا جائے۔ نیز ہر قسم کے گناہ اور بغیر حق کے ظلم و عدوان سے منع فرمایا ہے

نیز اس بات سے منع فرمایا ہے کہ تم ایسے لوگوں کو اللہ کے شریک ٹھہراؤ جن کے متعلق

اللہ نے کوئی دلیل نازل نہیں فرمائی - اور یہ کہ تم اللہ کے متعلق ایسی باتیں کہو جو تم خود نہیں جانتے؟

کیا اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ ذکر کیا ہے کہ شرک محرمات میں سے ہے یا نہیں؛ حالانکہ اللہ کا شریک بنانا بہت بڑا گناہ ہے اور شدید ترین محرمات میں سے ہے اور اللہ کے نزدیک اس کا ارتکاب کرنے والا بہت بڑا مجرم ہے۔

چنانچہ صحیحین میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ اللہ کے نزدیک سب سے بڑا گناہ کونسا ہے؛

آپؐ نے جواب میں ارشاد فرمایا یہ کہ تم اللہ کا شریک بناؤ۔ حالانکہ اس نے تم کو پیدا کیا ہے۔ میں نے پھر عرض کی کہ اس کے بعد پھر کونسا گناہ بڑا ہے؟

آپ نے ارشاد فرمایا کہ تو اپنی اولاد کو اس ڈر سے قتل کرے، مبادا وہ تیرے کھانے میں تیری شریک ہو جائے۔

میں نے پھر عرض کی کہ اس کے بعد کونسا گناہ بڑا ہے؟

آپ نے فرمایا پڑوسی کی بیوی سے زنا کاری کرنا[1]

پھر اللہ نے اس کی تصدیق کرتے ہوئے یہ آیات نازل فرمائیں:

وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ وَلَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُوْنَ ۝ (الفرقان)	(اللہ کے بندے وہ ہیں) جو اللہ کے ساتھ کسی اور معبود کو نہیں پکارتے۔ جس جان کو اللہ نے قتل کرنا حرام ٹھہرایا ہے اسے قتل نہیں کرتے مگر حق کے ساتھ۔ اور وہ زنا کاری نہیں کرتے۔

آپ غور کیجئے! کیا شرک کو گناہ کہا ہے؛ حالانکہ شرک سب سے بڑا ظلم ہے۔ جیسے صحیحین میں ابن مسعودؓ سے مروی ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی؛

"اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يَلْبِسُوْا اِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ۔ الخ۔ (المؤمن)	جو لوگ ایمان لائے اور اپنے ایمان کو ظلم سے ملوث نہیں کیا۔

تو صحابہ کرامؓ پر یہ بات بہت گراں گزری۔ وہ کہنے لگے بھلا ہم میں سے ایسا کون ہو سکتا ہے جس نے

---

[1] تفسیر ابن کثیر۔ جلد ثالث۔ ص ۳۲۶۔

اپنی جان پر ظلم نہ کیا ہو؟ تو ان کی پریشانی کو دیکھ کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تشویش کی کوئی بات نہیں کیونکہ اس ظلم سے مراد شرک ہے۔ کیا تم نے اللہ کے نیک بندے (حضرت لقمان) کی بات نہیں سنی؟ وہ اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے کہتے ہیں:

اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ۔ (لقمان)	"شرک کرنا بہت بڑا ظلم ہے"[1]

کاش! وہ مجھے سمجھاتا اور بتاتا کہ وہ کونسا گناہ ہے۔ جو اس کے نزدیک انسان کو مذہب سے خارج کرتا ہے، کیونکہ اس کے نزدیک اللہ کا شریک بنانے سے انسان ملت ومذہب سے خارج نہیں ہوتا بلکہ دیگر گناہوں کی طرح یہ بھی صرف گناہ ہے۔

شبہ نمبر ۷ :

عراقی کا یہ کہنا "اگر یہ کفر ہوتا تو اس کا ذکر باب الردۃ میں ہوتا الخ۔

جواب شبہ نمبر ۷ :

اس کا جواب یہ ہے کہ جید علماء نے اس کا ذکر کیا ہے اور بڑے بڑے فضلاء اور فقہاء نے اللہ اور اس کے رسولؐ کی سنت کی پیروی کرتے ہوئے اس کی وضاحت کی ہے۔ جیسے ان کا کچھ کلام پہلے ذکر ہوچکا ہے۔ مگر جب اللہ نے اس کی بصیرت سے محروم کر دیا تو پھر اس کا کیا علاج ہو سکتا ہے؟ اللہ نے سچ فرمایا:

وَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ فِتْنَتَهٗ فَلَنْ تَمْلِكَ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا۔ (المائدہ ۵ - ع ۶)	اللہ جس کو فتنہ اور آزمائش میں مبتلا کرنا چاہتا ہے تو آپ اس معاملہ میں اللہ کے سامنے بے اختیار ہیں۔

امام بخاری نے جامع صحیح بخاری میں باب باندھا ہے:

باب المعاصی من امر الجاھلیۃ ولا یکفر صاحبھا بارتکابھا الا بالشرک لقول النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔	یعنی گناہ جاہلیت کے امور ہیں۔ گناہ کے مرتکب کو کافر نہیں کہہ سکتے۔ ہاں البتہ شرک کا ارتکاب کرنے والا کافر شمار ہوگا کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے۔
انك امرء فيك جاهلية[2]	تو ایسا آدمی ہے کہ جس سے جاہلیت کی بو آتی ہے۔

---

[1] تفسیر ابن کثیر جلد ثانی صفحہ ۱۵۳ [2] صحیح بخاری جلد اوّل صفحہ ۹۔

نیز اللہ کا فرمان ہے :

اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِہٖ وَیَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِکَ لِمَنْ یَّشَآءُ ۔ (النساء-ع ۷)

"اللہ شرک کو ہرگز نہیں بخشے گا۔ اس کے علاوہ دیگر گناہ جسے چاہے گا معاف فرمائے گا"

اب ہر مذہب کو ملحوظ خاطر رکھ کر "باب التدۃ" پر نظر دوڑائیے۔ دیکھئے ! فقہاء نے سب سے پہلے اس بات کا ذکر کیا ہے کہ جو اللہ کے ساتھ شریک ٹھہراتا ہے وہ کافر ہو جاتا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے :

ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ — اللہ شرک کرنے والے کو کبھی نہیں بخشے گا۔

شرک سے ان کی مراد یہی ہے جس کو تم اور تمہارے ساتھی توسل، شفاعت اور استمداد کہتے ہیں کیا شرک کا نام کوئی اور رکھنا تیرے لئے نفع بخش ہے یا اس کی حقیقت اور اس کے خاکے میں تبدیلی کرنے کے لیے فائدہ مند ہو سکتا ہے ؟ تو اللہ کے ساتھ شرک وہ ہے جس پر قرآنی آیات دلالت کرتی ہیں اور احادیثِ نبوی وضاحت کرتی ہیں۔ اور علمائے کرام کے اقوال اس کی تصدیق کرتے ہیں۔ خواہ کوئی مشرک اسے پسند کرے یا نہ۔ اچھا آپ بتائیں اگر شراب پینے والا شراب کا کوئی اور نام رکھ کر پیئے تو کیا اس کے لیے یہ سود مند اور جائز ہو گا ؟ اگر سود خور سُود کا نام نفع وغیرہ رکھے تو کیا اس پر جواز کا فتویٰ دے سکتے ہیں ؟ آپ اس معاملے میں ہمیشہ مسمّیٰ کو مدِ نظر رکھیں۔ اسم کو دیکھنے کی ضرورت نہیں کیونکہ اسم تو بولا جا سکتا ہے لیکن مسمّیٰ کو تبدیل کرنا مشکل اور دشوار ہے۔

شبہ نمبر ۸ :

پھر عراقی نے ایک اور جھوٹ بولا اور افتریٰ سے کام لیا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ ان لوگوں نے تو صحابہ کرامؓ کو بھی معاف نہیں کیا۔ انھوں نے اُن پر کفر کے فتوے لگانے سے دریغ نہیں کیا۔ جبکہ انھوں نے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے درخواست کی کہ ان لوگوں کی طرح ہمارے لیے بھی ایک ذات انواط (ایک درخت کا نام ہے جس پر مشرکینِ مکّہ نذرانے وغیرہ کی اشیاء لٹکاتے تھے) مقرر فرمائیے پھر وہ کہتا ہے یہ خارجی لوگ ہیں۔ پھر ان احادیث کا ذکر کرتا ہے جو خارجیوں کے متعلق حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمائی ہیں۔

شبہ نمبر ۸ کا جواب : خارجی کون ہیں :

اس کا یہ دعویٰ جھوٹ پر مبنی ہے۔ اس نے عدم قبول کو منعِ امداد کے معنی میں لیا ہے۔ حالانکہ

جن لوگوں کی طرف اشارہ کیا گیا ہے وہ صحابہ کرام کی از حد تعظیم و تکریم کرتے تھے۔ وہ اُن کی محبت میں سرشار تھے اور ان کی پیروی پر اُنھیں ناز تھا اور اُن کے اقوال و آثار کی اتباع میں پیش پیش تھے لیکن وہ شرک کو نیست و نابود کرنے اور باطل اور جھوٹ کو فنا کرنے کے لیے اُٹھ کھڑے ہوئے۔ اور انھوں نے واضح دلائل سے حقیقت کو آشکارا کر دیا تو اُن پر ایسی تہمتیں لگائیں جن سے وہ بَری ہیں چنانچہ کسی شاعر نے اس کے مشابہ کہا:

ولیشتم اعلام الائمۃ ضلۃ

ولا سیما ان اولجوہ المضایقا

گمراہ لوگ بڑے بڑے ائمہ کی شان میں گالی گلوچ دیتے ہیں۔ خصوصاً اُن ائمہ کو جنھوں نے اُن کو شرک و کفر سے باز رکھنے کے لیے ناک میں دم کر رکھا ہے۔

اُن کے اور خوارج کے درمیان فرق ہے۔ کیونکہ خارجی کبیرہ گناہ کے مرتکب پر کفر کا فتوے لگا دیتے ہیں۔ جیسے زنا، سرقہ، شراب خوری وغیرہ جیسے کئی اہلِ علم نے اپنے مقالوں میں اُن کی عادات و اعتقادات کی وضاحت کی ہے۔ لیکن صحابہ کرامؓ نے صرف شرک کا ارتکاب کرنے والے پر کفر کا فتویٰ صادر کیا۔ جیسا کہ کتاب و سنّت کے واضح دلائل اور قوی حجتوں اور علمائے امّت کے کلام کے ساتھ پہلے ذکر ہو چکا ہے۔ وہ ذات پاک ہے جس نے اپنے بندوں میں سے جن کو چاہا اُن کے دلوں پر عدل و انصاف کی مہر لگائی۔

خارجیوں کی عادات:

خارجیوں نے صحابہ کرامؓ پر کفر کا فتویٰ اس وقت صادر کیا۔ جبکہ وہ آپس میں دست و گریباں ہو گئے۔ جیسے بصرہ میں حضرت علیؓ، حضرت طلحہؓ۔ حضرت زبیرؓ اور حضرت عائشہؓ کے درمیان جنگِ جمل ہوئی۔ اور جیسے حضرت علیؓ اور حضرت معاویہؓ کے درمیان جنگِ صفّین کا واقعہ پیش آیا۔ تو یہ ایسے گناہ ہیں جن کا ارتکاب کرنے والے پر کفر کا فتویٰ نہیں لگایا جا سکتا۔ مزید براں صحابہ کرامؓ نے بہت بڑی بڑی نیکیاں کیں، جو اس گناہ کو محو کرنے کا باعث ہو سکتی ہیں جیسے ایمان، ہجرت، جہاد اور دیگر اعمال۔ تو خارجی اہلِ ایمان کو گناہ کا ارتکاب کرنے سے کافر کہتے ہیں۔ لیکن اُس نے اور اس کے دیگر ساتھیوں نے اہلِ توحید سے دشمنی اور عداوت کا اظہار کیا جبکہ انھوں نے اللہ کا شریک بنانے سے روکا، اور اللہ وحدہٗ لاشریک کی عبادت کرنے کی دعوت دی۔ جیسا کہ صحابہ کرامؓ اپنے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے زمانہ میں اور اُن کے بعد توحید کا حکم دیتے رہے اور شرک سے روکتے رہے۔ جو

شخص اہلِ توحید پر کفر کے فتوے لگاتا ہے وہ درحقیقت خود خارجی گروہ میں شامل ہے اور شرک کے پودے کی نشوونما کرتا ہے بلکہ یہ خارجیوں سے بھی سخت ترین ہے۔ کیونکہ ان لوگوں نے گناہ کے مرتکب کو کافر ٹھہرایا لیکن انھوں نے ایمان خالص ہونے کی وجہ سے مسلمانوں پر کفر کا فتویٰ لگایا۔

ہمارا عقیدہ :

ہم جس بات کا اعتقاد رکھتے ہیں اور جن امور میں اللہ کی عبادت اور فرمانبرداری کرتے ہیں۔ اور جس کی دعوت دیتے ہیں وہ یہ ہے کہ ہر قسم کی عبادت اللہ کے لیے خالص کی جائے۔ ہم اس امر کا انکار کرتے ہیں کہ اس کی عبادات میں سے کوئی شے غیر اللہ کی طرف پھیری جائے۔ ہم اللہ کی کتاب اور سنتِ رسول پر سختی سے کاربند ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، صحابہؓ اور تابعین کا یہی راستہ ہے۔ جو ہمیں سب وشتم کرتا ہے اور ہمارے اعمال کو برا جانتا ہے تو وہ ایسے لوگوں کو گالیاں دیتا ہے جو صحابہؓ اور تابعین کے طریقہ پر ہیں۔ جو توحید کے متوالے اور شرک سے بیزار ہیں۔ درحقیقت یہ صحابہ کرامؓ اور تابعین کو سب وشتم کرتا ہے۔ کیونکہ گالی دینے والا ہمیں گالی نہیں دیتا بلکہ صحابہ کرامؓ کو سب وشتم کرتا ہے اور اُن کے افعال واعمال کو برا جانتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس نے ان امور کا انکار کیا جو صحابہ کا دین تھا۔

خاتمہ :

عراقی کے شبہات کی تردید اور اس کی بیہودہ باتوں پر مطلع کرنے کے متعلق ہم اپنے کلام کو ختم کرتے ہیں۔ ہمارے کلام سے ان کے باطل دعوے نیست ونابود ہوگئے اور اُن کے وساوس اور گمراہ کُن نظریات کا بیخ وبن سے خاتمہ ہوگیا۔ اس کے یہ فاسد شبہات توحید کے قطعی دلائل پر ہرگز اثر انداز نہیں ہوسکتے اور کتاب وسنت کے پختہ براہین کے سامنے ہیچ ہیں۔ اگر اس تمام ہذیان اور علماء کے کلام کے متعلق اس کی سوء فہمی اور تاویلوں سے اُن میں ردّ وبدل اور کلام کو حذف کرنے کے متعلق ذکر کریں تو بات بہت لمبی ہوجائے گی اور جواب طویل ہوجائے گا۔ چونکہ ہمارا مدعا اور مقصود حاصل ہوچکا ہے۔ یعنی توحید کا بیان جسے اللہ نے اپنے رسولوں کو دے کر بھیجا تھا اور جس کے متعلق کتابیں نازل فرمائیں۔ اس لیے ہم اپنے کلام کو ختم کرتے ہیں۔

تمام تعریفوں کے لائق اللہ کی ذات ہے جس نے ہمیں توفیق بخشی کہ واضح دلائل اور قطعی براہین کے ساتھ ہم نے اہلِ باطل کے شبہات کا جواب دے دیا۔ تمام تعریفوں کے لائق اللہ کی ذات ہے جس نے ہمیں اس راستہ کی ہدایت فرمائی۔ اگر اللہ تعالیٰ ہمیں ہدایت نہ دیتا تو ہم کبھی ہدایت یافتہ نہ ہوتے۔ ہم اللہ کی بارگاہ میں سوال کرتے ہیں کہ وہ ہم کو اور ہمارے بھائیوں کو صراطِ مستقیم کی ہدایت